# اسلام کے فلسفۂ سیاست کی بنیادیں

(۲)

از ڈاکٹر ماجد علی خاں لکچرر اسلامیات جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

## اجتماعی و سیاسی نظام (حکومت) کی ضرورت

اس طرح زکوۃ کے بارے میں کہا گیا ہے:-

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا (التوبہ ۱۰۴)

"آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعہ آپ ان کو پاک و صاف کردیں گے"

حج کے بارے میں یہ بتایا:-

يَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ (الحج ۲۲ ۲۸)

"تاکہ وہ فائدے دیکھیں جو یہاں اُن کے لئے رکھے گئے ہیں اور چند مقررہ دنوں میں ان جانوروں پر اللہ کا نام لیں (اور ان کو ذبح کریں اس کی راہ میں) جو اس نے انکو بخشے ہیں"

چنانچہ اسلام کے بنیادی مقاصد میں سے ایک بڑا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کی اصلاحِ حال کی جائے۔ اُن کے درمیان عدل و انصاف کو قائم رکھا جائے۔ اور ان کو ایک صالح اور نیک زندگی گذارنے کی ہدایت کی جائے۔ اس وجہ سے ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ بلاشبہ سیاستِ شرعیہ (اسلامی سیاست) ہی وہ سیاست ہے۔ جو سیاست عادلہ پر قائم ہے اور اسی وجہ سے اس میں اتنی وسعت اور لچک رکھی گئی ہے تاکہ اصلاحی مقاصد کی تکمیل ہو سکے۔

اس لئے یہ اعتراض کہ باوجود اتنی لچک اور وسعت کے مسلم حکومتیں اور دول اسلامیہ اس سے فائدہ کیوں نہیں اٹھاتیں۔ دراصل خود مسلمانوں کے قصور و کمزوری کو ظاہر کرتا ہے اگر وہ لوگ اسلامی قوانین سے فائدہ نہ اٹھائیں تو یہ اُن قوانین کی کمی کی دلیل نہیں ہے بلکہ عمل نہ کرنے والوں کی سستی اور کم فہمی کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ اسلام نے نہ صرف احکامات دیئے ہیں۔ بلکہ ان سے استنباط کرنے کے اصول بھی فراہم کئے ہیں جو مصالح انسانی کے اعتبار سے کامل اور اکمل ہیں اور جن پر عمل کرکے ہر مسلم حکومت ہر قسم کے قوانین عصریہ سے بے نیاز ہوسکتی ہے۔ مذاہبِ عالم میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو اجتہاد تعقّل اور تفکر کی دعوت دیتا ہے اور قدم قدم پر لوگوں کو اس کے لئے آمادہ کرتا ہے کہ وہ پہلے سوچیں۔ سمجھیں اور پھر مانیں۔ اگر ایسے عالی مذہب کے ماننے والے خود ہی آنکھیں بند کرلیں اور غور و فکر کرنے میں تساہل کریں تو اس میں خود ان کا قصور ہے۔

موجودہ مسلم مملکتوں کو صرف ایسی اسٹیٹ کہا جاسکتا ہے جس کی زمام حکومت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ اس حال میں جبکہ ان کا سیاستِ شرعیہ (اسلامی سیاست) سے کچھ واسطہ نہ ہو وہ صحیح معنی میں اسلامی حکومت ہونے کا اور اسلامی سیاسیات کو رائج کرنے کا دعویٰ کس طرح کرسکتی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کتاب و سنت سے بے بہرہ ہوکر اور کسی دوسرے شے کو بنیاد بناکر مسلمان ایک مملکت کی تعمیر کرسکتے ہیں لیکن کیا ایسی مملکت کو اسلامی مملکت کہا جاسکتا ہے؟

بحیثیت پیغمبر آخرالزماں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک اعلیٰ درجہ کے مدبرِ حکومت بھی تھے۔ آپؐ نے وہ قانونی اور سیاسی کارنامے انجام دئے ہیں جو تمام عالم کے انسانوں کے لئے سراسر ہدایت ہیں۔ آپؐ کی حیثیت اس زمین میں "خلیفۃ اللہ" کی ہے جس نے وحی الٰہی کی رہنمائی میں اجتماعی زندگی کے تمام فرائض انجام دئے اور انسانی معاشرہ کی اُن تمام اُمیدوں کو پورا کیا جن میں سے

ہر ایک دنیا کے لئے ایک مثال بننے والی تھی "خلیفۃ اللہ" کی حیثیت سے آپؐ کے کارنامے حیرت انگیز ہیں ۔ آپؐ کی ذاتِ اقدس سیاسی دائرہ میں بھی نئے نئے اصول قوانین، احکام، ہدایات اور اساسی تنظیمات کا سرچشمہ ہے جن کی بنیاد پر قدیم فطری تصورات ایک نئے اور متوازن نظام سے آشنا ہوئے ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلامی حکومت اپنی صحیح شکل، منہاج نبوت اور سچے آثار کے ساتھ خلفاء راشدین کے دور میں ملتی ہے ۔ تاریخی واقفیت کے اعتبار سے اور صحیح اسلامی تعلیمات پر قائم ہونے کے اعتبار سے اس دور کو اسلامی حکومت کا عصر اول کہا جاتا ہے [1] اس دور میں بھی صدیق اکبرؓ ۔ اور عمر فاروقؓ کا دور ہر حیثیت سے ایک مثالی دور ہے جس کا اعتراف نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم مفکرین بھی کرتے ہیں ایک اطالوی مفکر لاڈ کاؤنٹ ہنری کاسٹری اپنی کتاب "الاسلام" میں تحریر کرتا ہے :۔

"ابوبکرؓ اور عمرؓ نے اپنے ہاتھ میں سلطنت کی زمام لیکر اس کو چار چاند لگا دئے اور سیاسی حکمت عملی کا ایک ایسا نقش پیش کر کے دکھایا جس نے ساری دنیا سے خراج تحسین حاصل کیا ۔ یہ کہنا بغیر کسی مبالغہ کے صحیح ہوگا کہ یہ دونوں مشرقی یونان کی بیزنطینی سلطنت کے جن حکمرانوں اور اعلیٰ کمانڈروں سے برسر جنگ تھے ان کے مقابلہ میں دونوں زیادہ مستقل مزاج زیادہ انصاف پسند، زیادہ بردبار اور قانع، زیادہ شریف طبع، باعظمت جری، اولعزم اور زیادہ بلند مرتبہ تھے ۔ [2]

آج کے دور میں اسلام کی سیاسی بنیادیں تلاش کرنے کے لئے اور اسلامی فلسفہ سیاست

---

[1] دیکھئے الفخری "فی الآداب والدول الاسلامیۃ" [2] الاسلام ہنری دی کاسٹری ۔ ترجمہ بزبان عربی از احمد فتحی زغلول پاشا مصری ص ۳۲ ۔)

مرتب کرنے کے لئے ہمیں ایک بار پھر دورِ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دورِ خلفائے راشدین رضی میں لوٹنا ہوگا۔

# سیاست شرعیہ کے بنیادی اصول

**عقیدۂ توحید** | "سیاست شرعیہ" کی بنیاد عقیدۂ توحید اور اللہ کے الٰہ (معبود حقیقی) ہونیکے تصور پر ہے یعنی انسان صرف اللہ کو اپنا معبود حقیقی (الٰہ) اور رب قرار دے اور اس کے ہی احکام کے سامنے اپنی گردن جھکائے۔ یہ ہی وہ عقیدہ ہے جس کو قرآن نے جگہ جگہ بہت ہی صاف الفاظ میں بیان کیا ہے:۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ (الاعراف ۵۴)

"بے شک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا۔"

اسی آیت میں آگے کہا گیا ہے:۔

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۚ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (الاعراف ۲-۱)

"خبردار رہو! اُسی کی خلق ہے اور اسی کے لئے "امر" ہے۔ بڑا بابرکت ہے اللہ (جو) تمام عالموں کا پروردگار ہے۔"

ایک اور جگہ ارشاد ہے:۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ ۔ (الانعام ۲-۱)

"وہی ایک تمہارا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود حقیقی (الٰہ) نہیں (وہی) ہر چیز کا خالق ہے۔ پس تم اسی کی بندگی کرو اور وہ ہر چیز کا نگہبان ہے"

خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کہا گیا کہ وہ اعلان فرمائیں:۔

"قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ○ رَبُّ السَّمٰوٰتِ

"(آپ ان سے کہدیجئے) کہ میں تو بس خبردار کرنے والا ہوں۔ اللہ کے علاوہ کوئی معبود حقیقی (الٰہ)

وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ۝ (ص: ۶۵-۶۶) نہیں وہ یکتا ہے اور سب پر غالب (وہ) پروردگار ہے آسمانوں اور زمینوں کا اور جو کچھ ان کے بیچ ہے۔ اس کا زبردست اور بڑا درگزر کرنے والا۔"

عقیدۂ توحید کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان غیر اللہ کی غلامی سے نکلکر ایک اللہ کی غلامی میں آجائے وہ نفع و ضرر کا پہنچانے والا صرف اسی کو جانے۔ چنانچہ جب نجاشی کے دربار میں مہاجرین حبشہ نے آداب شاہی کے مطابق بادشاہ کو سجدہ نہیں کیا تو کسی نے اعتراض کیا۔ اس کے جواب میں مہاجر مسلمانوں کے امیر حضرت جعفرؓ نے کہا "ہمارے نبیؐ نے اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ دراصل یہ اس طرف اشارہ تھا کہ اللہ کے علاوہ ہم کسی کے احکام پر چلنے کو تیار نہیں۔ حضرت مغیرہؓ نے بھی رستم کے دربار میں اس کو واضح کیا اور مسلمانوں کے جہاد کا مقصد بتاتے ہوئے کہا۔ ہمارا مقصد بندوں کی غلامی سے نکالکر اللہ کی غلامی میں داخل کرنا ہے۔

عبدیت | دراصل عقیدۂ توحید انسان کے اندر ایک ایسا جذبۂ عبدیت پیدا کرتا ہے جو اس کو دوسروں کی غلامی سے بے نیاز کردے اور انسانوں کو حقیقی آزادی عطا کردے۔ اس کے مطابق انسان دوسرے انسانوں کا غلام نہیں ہے بلکہ ایک ایسے الٰہ کا عبد و غلام ہے جو ساری کائنات کا خالق اور پرورش کرنے والا ہے۔ اللہ کی عبدیت انسان کو ذہنی و مادی قوتوں کی غلامی سے نجات دلاتی ہے۔ اسی کو قرآن نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:—

وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ (الاعراف: ۱۵۷) "اور (یہ نبیؐ) ان پر سے وہ بوجھ اتارتا ہے جو ان پر لادے ہوئے تھے اور ان بندھنوں کو کاٹتا ہے جن میں وہ کسے ہوئے تھے۔

انسان کے وہ بندھن اور بوجھ جنکا اس آیت میں ذکر ہے غیر اللہ کی غلامی ہے

یہ دنیوی الٰہ اور ارباب ہیں جو اس کی گردن پر مسلط ہیں اور جن سے چھٹکارا پانے کے لئے یہ بےچین ہے۔ یہ الٰہ کسی جگہ سماجی طبقات کی شکل میں ہیں۔ تو کہیں یہ قوم و وطن کے نام پر اور کہیں یہ پارٹی اور جماعت کے رنگ میں موجود ہیں۔ انہی دنیوی الہ کے نتیجے میں ظلم و ستم کا بازار گرم ہوتا ہے۔ ایک انسان دوسرے کا دشمن بنتا ہے اور ایک جماعت دوسری جماعت سے نفرت کرتی ہے۔

ایک اللہ کی عبودیت انسان کے اندر سے خود غرضی اور تنگ نظری کو نکال کر دوسروں کے ساتھ ہمدردی، غمخواری کے جذبات اور وسعت نظری پیدا کرتی ہے۔ انسان کے دل و دماغ سے ان بندشوں کو ہٹاتی ہے جن میں وہ جکڑا ہوا ہے۔

دراصل انھیں بندگی کا اقرار انسانی فطرت کا تقاضا ہے ہر انسان کا وجدان طبعی و قوانین کے سامنے اپنی بیچارگی اور بےبسی کی شہادت دیتا ہے۔ ان طبعی قوانین اور اصول و ضوابط کے پس پردہ اسے ایک ایسی ذات نظر آتی ہے جس کے دست قدرت میں ان سب کی باگ ڈور ہے جو ان سب قوانین کو بنانے اور چلانے والی ہے۔ انسان اپنی اس بیچارگی کا اقرار صرف اسی طرح کر سکتا ہے کہ وہ اس بالاتر ذات کے سامنے اپنے سر کو جھکائے اور اپنی عبدیت و بندگی کا اقرار کرے۔ قلب انسانی اس وقت تک مطمئن نہیں ہوتا جب تک اس میں ایک ایسی ہستی کا تصور جلوہ گر نہ ہو جسے وہ نہ صرف اپنی ذات بلکہ کل کائنات سے بالاتر سمجھتا ہو۔ جب تک انسان اپنی فطرت پر قائم ہے۔ اس وقت تک نہ ہی "معبود" (الٰہ) کا عقیدہ اس کے دل سے نکل سکتا ہے اور نہ ہی عبدیت و بندگی کا میلان اس کے دل سے دور ہو سکتا ہے۔

خلافت و نیابت الٰہی | اللہ کا بندہ اور اس کا عبد ہونے کے ساتھ ساتھ انسان اس دنیا میں اس کا خلیفہ اور نائب بھی ہے۔ یعنی اللہ کے احکامات کو اس زمین میں نافذ کرنے والا اور اس کے قوانین کے مطابق زمین کی اشیاء کو استعمال کرنے والا ہے۔ اپنا خلیفہ اور نائب ہونے کی

حیثیت سے اللہ نے اس کو کچھ قوتیں عطا کی ہیں اور کائنات میں اس کو محدود قدرتیں بھی دی ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ وہ ان کو اوامر الٰہیہ کی بجا آوری میں خرچ کرے :-

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً (البقرہ: ۳۱) "اور یاد کرو۔ جبکہ تمہارے رب نے ملائکہ سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں"

وَلَقَدْ مَكَّنَّٰكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَٰيِشَ (الاعراف: ۱۰) "ہم نے تمہیں زمین میں اختیارات کے ساتھ بسایا اور اس میں تمہارے لئے معاش (کے ذرائع) فراہم کئے"

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ (الحج: ۶۵) "کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے جو کچھ بھی زمین میں ہے وہ (سب کا سب) تمہارے لئے مسخر کر دیا"

خلافت کے لغوی معنی "جانشین" کے ہیں اور خلیفہ اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو کسی کی ملک میں اس کے سونپے ہوئے اختیارات کو بحیثیت نائب استعمال کرے۔ خلافت میں اختیارات تفویض کردہ (Delegated Power) ہوتے ہیں۔ خلیفہ بذات خود اس ملک کا مالک نہیں ہوتا بلکہ مالک حقیقی کا نائب (Vicegerent) ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اس کے اختیارات ذاتی نہیں ہوتے بلکہ عطا کردہ ہوتے ہیں وہ اپنی منشا اور مرضی کے مطابق کام کرنے کا حق نہیں رکھتا بلکہ اس کا مقصد مالک کی منشا اور مرضی کو سامنے رکھ کر ان اختیارات کو استعمال کرنا ہوتا ہے۔

قرآن کریم صاف صاف اعلان کرتا ہے کہ اس کائنات کا مالک حقیقی اللہ ہے وہی اس کائنات اور انس و جن کا خالق ہے :-

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ (الانعام: ۷۳) "اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے مطابق پیدا کیا"

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعاً (البقرۃ : ۲۹)

"وہی ہے جس نے تمہارے لئے وہ سب چیزیں پیدا کیں جو زمین میں ہیں"

یٰاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً کَثِیْرًا وَّنِسَآءً (النساء : ۱)

"اے انسانو! ڈرو اپنے اس رب سے جس نے تمکو ایک نفس سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا وجود میں لایا اور ان دونوں سے کثیر تعداد میں مرد و عورت (دنیا میں) پھیلائے۔"

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰهِ یَرْزُقُکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (فاطر: ۳)

"کیا اللہ کے علاوہ کوئی اور خالق ہے جو تمکو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے"

قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (الرعد : ۱۶)

"کہو اللہ ہی سب چیزوں کا خالق ہے اور وہی یکتا سب کو مغلوب کرکے رکھنے والا ہے"

مالک حقیقی کے تفویض کردہ اختیارات کو غلط استعمال کرنا اس سے بغاوت کے مترادف ہے۔ دراصل نظریۂ خلافت کا نقطۂ آغاز اور سنگِ بنیاد عقیدۂ توحید اور میلانِ عبدیت ہے۔ حقیقی مقتدر اعلیٰ کو چھوڑ کر کسی فرضی مقتدر اعلیٰ کے آگے سر اطاعت خم کرنا ایک بہت بڑا ظلم ہے۔ دینی حکومت اور سیاست شرعیہ کا یہی وہ اصول ہے جس کی دعوت حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ میں دینے سے بھی گریز نہیں کیا۔

یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُکُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (یوسف ۳۹-۴۰)

"اے جیل خانہ میں میرے ساتھیو! تم خود ہی اس پہ غور کرو کہ کیا بہت سے متفرق رب بہتر ہیں یا وہ ایک اللہ جو سب پر غالب ہے؟ تم اسکو چھوڑ کر جنکی عبادت کرتے ہو وہ صرف چند نام ہیں جنکو تمہارے آباء و اجداد نے رکھ لیا ہے۔ اللہ نے ان کے لئے

کوئی سند نہیں نازل کی۔

فرمانروائی کا اقتدار اللہ کے علاوہ کسی کے لئے نہیں ہے۔

# عقیدہ توحید عبدیت اور نظریہ خلافت الٰہی کے فلسفہ سیاست شرعیہ پر اثرات

ا۔ نیابتی حکومت | اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرنے کے بعد اور انسان کو اس کا عبد اور خلیفہ تسلیم کرنے کے بعد فلسفۂ سیاست براہ راست متاثر ہوتا ہے۔ ایسے سیاسی نظام میں جس میں اللہ کو الٰہ قرار دیا گیا ہو۔ حاکمیت (Sovereignty) و فرمانروائی صرف اللہ کی ہی تسلیم کی جائے گی۔ اس کے علاوہ کوئی انسانی یا غیر انسانی طاقت بطور خود حکم دینے اور فیصلہ کرنے کی مجاز نہیں ہے۔ یہ ضرور ہے کہ انسانی زندگی کے اختیاری حصہ میں وہ اپنی اس حاکمیت اور فرمانروائی کو بزور مسلط نہیں کرتا ہے۔ بلکہ بذریعہ وحی اپنے منتخب بندوں — انبیاء و رُسُل — کے ذریعہ ان کو دعوت دیتا ہے۔ اللہ کی یہ دعوت مختلف زمانوں میں مختلف انبیاء اور رُسل کے ذریعہ آتی رہی۔ اس سلسلہ کی سب سے آخری دعوت قرآن کریم کی شکل میں اس کے آخری نبی اور رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دی گئی ہے۔

اس طرح اسلام میں حکومت ایک نیابتی حق ہے۔ جو خلافت الٰہی کی شکل میں اللہ اپنے بندوں کے سپرد کرتا ہے۔ قرآن میں حکومت کی اس حقیقت کو خلافت سے تعبیر کیا ہے اور علماء اسلام نے اسی حکومت کو ریاست عامہ کا نام دیا ہے [1]

قرآن کریم میں ہے:—

وَاذْكُرُوٓا۟ إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ (الاعراف: ۶۹)

"(اے قوم عاد) یاد کرو جبکہ اللہ نے تم کو قوم نوح کے بعد خلیفہ بنایا۔"

---

[1] رد المحتار۔ ابن عابدین۔ باب الامامۃ

وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ (الاعراف: ۷۴)

"(اے قوم ثمود) یاد کرو جبکہ اس نے تمھیں عاد کے بعد خلیفہ بنایا"

عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ (الاعراف: ۱۲۹)

"(اے بنی اسرائیل) وہ وقت قریب ہے جبکہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کرے اور زمین میں تمکو خلیفہ بنائے اور پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو"

ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ (یونس: ۱۴)

"پھر ہم نے تمھیں اُن کے بعد زمین میں خلیفہ بنایا تاکہ دیکھیں تم کیسے عمل کرتے ہو"

چنانچہ جو لوگ ایمان لائیں اور اعمال صالحہ اختیار کریں یعنی اللہ کی اطاعت کریں اور اس کے آخری پیغام قرآن کریم کو قبول کریں اور آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق عمل کریں، ان سے اللہ نے زمین کی خلافت کا وعدہ کیا ہے :-

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ (النور: ۵۵)

"تم میں سے جو لوگ ایمان لائیں اور انھوں نے عمل صالح کئے اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح اس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا"

باقی آئندہ

---

فہرست کتب مفت طلب فرمائیے